

# حقیقت نفاق

## منافقین کی صفا اور ان کی اقسام

(از جناب مولوی صدر الدین صاحب اصلاحی)

اسلام کے مقابلہ میں دو طاقتیں ہمیشہ سے نبرد آزما چلی آ رہی ہیں۔ ایک کفر، دوسری نفاق۔ تاریخ اسلامی کے ابتدائی صفحات ہمیں بتلاتے ہیں کہ اسلام کی راہ میں جتنی مشکلات کفار نے پیدا کیں وہ ان موانع کی بہ نسبت کہیں کم اور بے فزرتھیں جو منافقین کی بدولت پیش آئے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کفار کی بھی کونسا معاندانہ کارروائی نہیں منافقین کی خفیہ ریشہ دوانیوں کی رہیں منت ہوا کرتی تھیں۔ بارہا انھوں نے مشرکین کو لڑائی پر ابھارا، غزوات میں مسلمانوں کو اپنی فریب کاریوں سے نقصان پہنچایا، رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام کی توہین و تذلیل کی، وطن اور حسب نسب کے جھگڑے برپا کر کے مسلمانوں کی جمعیت پر گندہ کرنے کی کوششیں کیں، تقسیم خاتم کے موقع پر کمزور ایمان رکھنے والوں کو رسول اللہ سے بظن کیا، اسلامی نظام کے تندرست بیکر میں طرح طرح کے دبائی جراثیم داخل کرنے کی سعی کی۔ غرض ضرر رسانی کے جتنے طریقے ممکن ہو سکتے تھے ان میں سے کسی کو بھی منتہ و شدت کے ان علمبرداروں نے باقی نہ اٹھا رکھا۔ کفر تو اسلام کے مقابلہ میں بے نقاب آتا ہے۔ ڈنکے کی چوٹ، اپنی عداوت کا اعلان کر کے، کھلے میدان میں دعوت دیکار دیتا ہے۔ لیکن نفاق بیشانی پر مودت و خلعت کا ایسلاں لگا کر اسلام کے گھر میں بیٹھ کر، صدا ہا طریقوں سے اس کی بیخ کنی کرتا ہے، اور اس انداز میں کہ نگاہ ظاہر میں کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ پھر غور فرمائیے کہ کفر کے مقابلہ میں نفاق کی خطرناکیاں کتنی زیادہ کتنی ہیں؟

اور کیسی کارگر ہو گئی۔ دن کی روشنی میں زمین پر پڑے ہوئے بڑے سے بڑے اژدھے کو مار ڈالنا کچھ مشکل نہیں، لیکن جو ناگن آستین میں چھپی بیٹھی ہو اس کے زہر سے بچنا مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے۔

خیر و شر کی کشمکش آج بھی اسی طرح جاری ہے جس طرح ابتدائے اسلام میں تھی اور آج بھی حق کے مقابل

میں وہی دونوں طاقتیں مصروف جنگ ہیں جو بدر و احد کے میدانوں اور مدینہ کی گلیوں میں تھیں۔ وہی شرار بولہبی ہے اور وہی فتنہ عبداللہی۔ اگر چالیس کروڑ مردم شماری کے مسلمانوں کے خلاف اقصائے عالم میں تقریباً

پونے دو ارب ”ابولہب“ پھیلے ہوئے ہیں تو خود ان چالیس کروڑ کے اندر بھی بے شمار ”عبداللہ ابن ابی“ موجود ہیں، اور دونوں اپنے اپنے طور پر قرآن اور اسلام کی جڑ کھودنے میں منہمک ہیں۔ پس جس طرح

اسلام کی مدافعت اور خدمت میں اس کے حقیقی پیروں کے لیے کفر کے اس شرار کو بھجانا ضروری ہے اسی طرح نفاق کے اس فتنہ کا سر کھلنا بھی ناگزیر ہے، بلکہ اپنی اہمیت لحاظ سے یہ کار خدمت اولین توجہ کا مستحق

کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ایک زمانہ میں تو چند ہزار اسلامی سپاہیوں کی ایک چھوٹی سی ہتھی جمانت روم و ایران کی شوکتوں کو پاش پاش کرنے کے بعد بھی اپنے حوصلوں میں کوئی سستی اور اپنے جہول

میں کوئی تھکن نہ محسوس کرے، اور دوسرے زمانہ میں اسی اسلام کے نام لیوا اور اسی قرآن کے اتباع کا دعویٰ کرنے والے کروڑ ہا افراد اسلام کے کھلے باغیوں کے پنجہ استبداد میں جکڑے پڑے ہوں، اور اس

دنیا کے بعض والوں کے لیے اسلامی نظام جماعت و خلافت کا تصور تک عنقا ہو جائے اور خود مسلمانوں کو اس نظام کا نام لینے سے پہلے گھر کے دروازے بند کر لینے کی ضرورت محسوس ہونے لگے! آخر اس کی وجہ

کیا ہے؟ کیا حق کی فطرت بدل گئی ہے؟ کیا خدا کا قانون الٹ گیا ہے؟ کیا اس انقلاب حال کی وجہ یہ ہے کہ فطرۃ اللہ پہلے اسلام کے غلبہ کی مقتضی تھی اور اب کفر کے غلبہ کی مقتضی ہو گئی ہے؟ اگر اس کا جواب

نفی میں ہے اور یہ حقیقت مسلم ہے کہ فطرۃ اللہ کبھی نہیں بدلتی تو ماننا پڑیگا کہ تغیر دراصل اسلام کی فطرت میں نہیں بلکہ خود مسلمانوں کے نفس میں ہوا ہے۔ چالیس کروڑ کے عظیم الشان عدد سے دھوکا نہ کھائیے۔ اس

تعداد میں حقیقی مسلمان کم اور منافق زیادہ ہیں، اور منافقین کی کثرت نے حقیقی مسلمانوں کی ایمانی طاقت کو بھی بے اثر بنا دیا ہے۔ اجتنام کی کثرت تعداد اسلام کے لیے وجہ مسرت نہیں باعث اذیت ہے۔ یہ دراصل آماں ہے جو اسلام کے جسم کو لاحق ہو گیا ہے اور اس اندر کی رہی سہی واقعی توانائی اور انرجی کو بھی بروکے کار نہیں آنے دیتا۔ جب وہ حرکت کرنا چاہتا ہے تو یہ آماں اس کا پاؤں پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ پس آنکھیں چرانے کا وقت نہیں، مصلحت کو شہی اور مدد بہنت پر ہزار بار لعنت ہو۔ کفر پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے خود اپنے جسم کے اس زہریلے آماں پر فشر چلانے کی فروری ہے، پروانہ کرنی چاہیے اگر اس عمل جراحی سے اس موٹے جسم کثیر مقدار میں خون نکل جائے۔ اگر ان چالیس کروڑ قطرہ ہائے خون میں سے تین سو تیرہ صاع قطرے بھی باقی بچ جائیں تو غم کیوں ہو وہ تو اسلام کی عین صحت اور طاقت کا وقت ہو گا۔ لیکن اگر کوئی اس تجویز پر عمل پیرا ہونے کے لیے تیار نہیں تو پھر اسلام کی خدمت کے لیے جو راہ بھی چاہے اختیار کرے ناکامی اور محرومی کے ماسوا کچھ نہیں ہاتھ آنے کا۔ سورہ نسا کے مطالب پر غور کیجیے وہاں یہ حقیقت معلوم ہوگی کہ تمہیں مسلمان کس طرح اسلامی تنظیم جماعت کا اصل الاصول ہے۔ اسے ترک کر کے اسلام کی بھلائی کا کوئی کام نہ اب تک ہو سکا ہے اور ذاب ہو سکتا ہے۔

لیکن اسے مخالف اسلام طاقتوں کی خوش قسمتی کہیے یا اسلام کی بد قسمتی کہ اب حالات جس قدر ان کے حق میں سازگار ہیں پہلے نہ تھے۔ اور ساری باتوں کو تو چھوڑیے، سب سے بڑا سوال تو یہ ہے کہ ابو لہب اور ابو جہل تو اپنا نام خود بتا دیتے ہیں اور ہم انہیں پہچان کر ان کے مکائد سے باسانی بچ سکتے ہیں، مگر یہ عبد اللہ بن ابی اور عبد اللہ بن سبا جو ہماری جماعت میں ایک دو نہیں لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں، ان کا پتہ ہم کس طرح چلائیں؟ ان کے نام بھی مسلمانوں کے سے ہیں، ان کی زبانوں سے اسلامی مفاد کے نغزے اور اسلامی درد کے نالے بھی سننے میں آتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایسا اوقات یہ ہاتھوں میں تسبیحیں اور بغل میں مصلے بھی لیے ہوتے ہیں۔ اب کہاں وہ نگہ نبوت کی معصوم بعیرت ہے جو ان مسلمانیت کا

سوانگ بھرنے والوں کی پس پردہ ذہنیاتوں کو پڑھ کر ہمیں ان کے شر سے آگاہ کرے گی؟ اور کہاں وہ پیامِ رسالتی روحِ امین ہے جو ہر موقع پر اِنَّا لَمُنَافِقُونَ ککا ذوق کہہ کر ان بلند بانگ دعاؤں کے فریبِ مبتدہ کر دے گی؟ بالخصوص جبکہ ہر شعبہ زندگی پر یہ لوگ ”اکابر“ اور ”زعمائے ملت“ بن کر چھائے ہوئے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان دشواریوں کے پیش نظر نظری حیثیت سے بھی مومن و منافق کی تمیز اور تھیں بہت ہی مشکل اور دشوار طلب ہے مگر بحمد اللہ کہ ناممکن اور محال ہرگز نہیں ہے۔ قرآن حکیم اگر رب العالمین کا نازل کردہ ہے اور دنیا کی آخری زندگی تک کے لیے قولِ فیصل اور فرقان بن کر آیا ہے تو یقیناً اس کی قدر و حیثیت کا تقاضا ہے کہ اس جبرانی اور دشواری کے وقت بھی وہ ہماری رہبری کرے اور اس کی آیات ایک ایک منافق کی طرف انگلی اٹھا کر بتلا دیں کہ یہ آسمانی بادشاہت کا مفسد باغی جا رہا ہے اس کی فتنہ پردازیوں سے بچتے رہو۔ چنانچہ جب ہم اس غرض سے قرآن پر نگاہ ڈالتے ہیں تو معانفاق کی پوری اور بے آمیز تصویر وہ ہمارے سامنے کر دیتا ہے اور منافق کی شکل کو اس ایک ایک خط و خال کے ساتھ ہم اسی طرح دیکھ لیتے ہیں جس طرح دن کی روشنی میں سورج کو۔ لہذا مناسب اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام تصریحات کو مرتب کر دیا جائے جو قرآن وقتاً فوقتاً احوال و صفات منافقین کے متعلق ہمیں دی ہیں تاکہ ہر شخص کے ہاتھوں میں ایک مکمل اور شفاف آئینہ پہنچ جائے جس میں وہ منافقین امت کی حقیقی تصویر کا عکس دیکھ لے۔ پھر منافقین کے بارے میں قرآن کا حکم بھی بیان کر بیٹھے تاکہ ہر مسلمان خود فیصلہ کرے کہ ان لوگوں کے ساتھ اسے کونسا سلوک کرنا چاہیے اور اسلامی نقطہ نظر سے ان کے ساتھ اس کے اخلاقی تمدنی، معاشرتی اور سیاسی تعلق کی نوعیت کیا ہونی چاہیے۔

ایک شبہ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ عہد نبوت کے بعد دنیا میں منافقین کا وجود نہیں رہا۔ اب یا تو کوئی شخص کافر ہو سکتا ہے یا مسلمان۔ کسی کے منافق ہونے کا نہ اب کوئی موقع ہے اور نہ ضرورت و علت کیونکہ منافق صرف اس وقت ہوا کرتے تھے جب اسلام دنیوی اسباب کے لحاظ سے ناتواں اور کمزور تھا اور اس کے مقابلہ میں کفر کی مادی ہیبت چہار دانگ عالم پر چھائی ہوئی تھی جو ہر لمحہ اسلام اور متبعین اسلام کو مصائب کے طوفان میں

جھونک دینے کی تیاریاں کیا کرتی تھی۔ اس وقت مسلمان ہونا گویا موت سے چشمک زنی کرنا اور دردناک لکھیفوں کو دعوت دینا تھا۔ اس لیے جو لوگ ان مصائب کو جھیلنے اور عیش دنیا کی قربانیاں دینے کی اپنے اندر سکت نہ پاتے تھے وہ زبان سے آمنا و صدقنا کہا کرتے تھے اور بخ کی صحبتوں میں اور خود اپنے دل کے اندر کفر کے حامی و پرستار تھے، تاکہ مسلمانوں کے خوف سے بھی مامون رہیں اور کفار کے خوف سے بھی یقیناً **وَنَآنَ یَا مَنُوكُمْ وَاَیْمَنُوْا قَوْمَهُمْ**۔ لیکن جب حالات منقلب ہو چکے، اسلام کی مغربیت اور کمزوری، طاقت و غلبہ سے بدل چکی، اور کفار کے ان خطرات کا اندیشہ نہ رہا جو اسلام کے دورِ <sup>مظہر</sup> میں تھا تو پھر کوئی منافقت اختیار کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کرنے لگا؟ اگر وہ قرآن کو حق تصور کرتا ہے تو کھلے بندوں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرے گا اور اگر وہ اس پر ایمان نہیں رکھتا تو پھر زبان سے آمنا کہنے کی نہ کوئی مصلحت ہے نہ ضرورت۔

**نفاق کی حقیقت** | یہ شبہ دراصل لفظ نفاق اور منافق کی حقیقت، اس کے محرکات، اس کے مصارع اور اس کے مظاہر پر پوری وسعت اور سنجیدگی سے غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ اگر مذکورہ بالا دلیل بغیر رد و قدح کے تسلیم بھی کرنی جائے تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہ لازم آتا ہے کہ منافق کی یہ خاص قسم اب نہیں پائی جاسکتی یعنی <sup>اس</sup> خاص مقصد اور مصلحت کی بنا پر اب کوئی شخص منافقت نہیں اختیار کر سکتا۔ اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ اب نفاق کسی شکل میں موجود ہی نہیں رہا۔ منافق کی اگر ایک قسم اور منافقت کی اگر ایک علت نہیں رہی تو اس کے علاوہ متعدد اقسام اور علل اب بھی موجود ہیں اور ملت اسلام کی تباہی و بربادی کا کام نہایت ہوشیاری اور کامیابی سے سرانجام دے رہی ہیں۔ شیطان کے سیکڑوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ اگر ٹوٹ جائے تو یہ کتنی بڑی نادانی اور بے بھری ہوگی کہ اسے ناکارہ اپناج اور ٹوٹا سمجھ لیا جائے۔ نفاق کا مفہوم اس سوا کیا ہے کہ زبان سے خدا کی خدائی اور رسول کی رسالت کا اقرار کیا جائے مگر دل میں خدا کے قانون اور رسول کی ہدایت کوئی لگاؤ نہ ہو، اور آئین قرآنی کے مقابلہ میں دنیوی مصارع، نفسانی رجحانات

اور سبانی لداؤں زیادہ مرغوب ہوں بلکہ انھیں مصلح اور لداؤں کے حصول اور تحفظ کے لیے ایمان اور اسلام کو آڑ بنایا جائے۔ چنانچہ قرآن نے نفاق کی حقیقت کو خود ہی کئی جگہ کھول کھول کر بیان کیا ہے:

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور روز جزا پر ایمان لائے حالانکہ اندر سے وہ مومن نہیں وہ (بزمِ خود) اللہ کو اور مسلمانوں کو فریب دینا چاہتے ہیں، حالانکہ حقیقت میں وہ اپنے سوا کسی کو فریب نہیں دیتے مگر انہیں اس حقیقت کا شعور نہیں۔ جو اپنے من سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر ان کے دل میں ایمان کا شائبہ نہیں۔

جب نفاق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو۔ مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق (اپنے اوٹا ایمان میں) جھوٹے اور یہ لوگ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں بلکہ وہ تو بالکل بزدل لوگ ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ  
وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ يَخَادِعُونَ  
اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ  
إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ  
(بقرہ - ۲)

..... الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ  
وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ (آئدہ - ۷)  
إِذَا جَاءَكَ لِلْمُنَافِقُونَ قَالُوا  
نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ  
إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ  
لَكَاذِبُونَ (المنافقون - ۱)  
وَيَخْلِفُونَ بِاللَّهِ لَعْنَةً لِّمَنكُمُ وَ  
مَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرُقُونَ  
(توبہ - ۷)

اعراب کے دعوائے ایمان کے متعلق فرمایا جاتا ہے کہ:

اعرابی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، ان سے کہہ دو کہ ہمیں تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا مَثَلُ لَمْ  
تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ

الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ -

ہیں (یعنی ظاہر مسلمان ہیں) ورنہ ایمان کا تو ایم

نک تمہارے دلوں میں گذر تک نہیں ہوا ہے -

(عجرات - ۲)

یعنی ظاہر اطاعت کر لینا ایمان کی دلیل اور سزا نہیں ہے۔ ایسے ”مسلمان“ کو سونے ہونے کا نام تک

نہیں لینا چاہیے یہ وہ مسلمانیت ہے جسکی تہ میں خاص کفر کے سوا کچھ نہیں۔ ایسے ”مسلمان“ اس اعلان و اقرار کے

پہلے جس طرح کافر تھے، اللہ عالم الغیب کہتا ہے کہ ویسے ہی اس کے بعد بھی کافر ہے وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا الْمَنَّا

وَقَدْ دَخَلْنَا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ حَرَجُوا بِهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ سِيمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ (مائدہ - ۹)

یہ ہے نفاق کی ماہیت جو ان آیات کے اندر مجھلک رہی ہے۔ انہیں تصریحات کو سامنے رکھ کر

حکماً اصطلاحاً شریعہ نے نفاق کی تعریف اس طرح کی ہے :

هُوَ الدَّخُولُ فِي الشَّرْعِ مِنْ بَابٍ وَالخُرُوجُ عَنْهُ مِنْ بَابٍ -

پھر اس دخول و خروج کا معنی صرف ایک ہی شے تک محدود ہے نہیں۔ اس کے بسیوں حرکات ہو سکتے ہیں۔

البتہ سب کی تہ میں حقیقت اور روح ایک ہی ہوگی اور ہو سکتی ہے یعنی قرآن پر عدم یقین اور دنیا پرستی۔

چنانچہ آگے کی تفصیلات میں آپ پائیں گے کہ تقریباً ہر گروہ منافق کے ادعائے ایمان پر عالم غیب انہیں

جھوٹے، کذاب، منکر قرآن اور محارب اسلام کے خطاب سے یاد کرتا ہے۔

منافقین کی اقسام | اگرچہ نفاق کی اصل اور روح ہر جگہ ایک ہے لیکن اس کے مظاہر میں کافی تعدد پایا جاتا ہے۔

اس لیے ہم کو دیکھنا چاہیے کہ قرآن کی رو سے منافقین کی کتنی اقسام ہیں اور ہر قسم کی امتیازی خصوصیات کیا ہیں۔

بنوئی مسلمان | (۱) ایک قسم کے منافق وہ تھے جو اپنے قدیم مذہب پر سختی کے ساتھ جے ہوئے تھے مگر ظاہر

اسلام قبول کرنے کا اعلان محض اس لیے کرتے تھے کہ بعد میں مرتد ہو کر اسلام سے دنیا کو متنفر کریں اور لوگوں

سے کہیں کہ اگر اسلام حق مذہب ہوتا ہم اسے قبول کر کے چھوڑ کیوں دیتے؟ قرآن اس گروہ کا ذکر بدین الفاظ کرتا ہے۔

لے ایک دوازہ سے حلقہ اسلام میں داخل ہو اور دوسرے نکل آنے کو نفاق کہتے ہیں۔ (مغزوات امام راجب اصفہانی)

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

اہل کتاب میں سے ایک گروہ لوگوں کو سکھاتا ہے کہ مسلمانوں

أٰمِنُوۤا بِالَّذِيۥٓ اُنزِلَ عَلٰی الَّذِيۥنَ اٰمَنُوۤا وَجِهَةٌ

پر جو قرآن نازل ہوا ہے اس پر صحیح کو ایمان لاؤ اور اس کو

النَّهَارِ وَالْكُفْرُ وَالْاٰخِرَةُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوۡنَ (آل عمران ۸۰)

انکار کرو تاکہ دوسرے بھی تمہیں دیکھ کر اس میں پھر جائیں۔

اسلام کی اجتماعی طاقت کو توڑنے اور اس کی ہوا اٹھانے کے لیے دشمنانِ اہلِ کتاب کا یہ کتنا موثر نفسیاتی حربہ تھا۔ آج یہ حربہ ایک

دوسری طرح استعمال ہو رہا ہے، بعض پیدائشی اور خاندانی مسلمان اسلام کو اعتقاداً اور عملاً چھوڑ کر کسی دوسرے اجتماعی مسلک پر ایمان آتی ہیں

اور پھر اس مسلک کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں جس لوگوں پر یہ اثر ہوتا ہے کہ اگر اسلام میں اجتماعی فلاح کی کوئی صورت ہوتی تو یہ مسلمان زادوں کے فلاح

وہ ازم اور فلاح ایت کے پیچھے دوڑا پھرتے۔ حالانکہ یہ مسلمان زاد مسلمان تھے، یہ اسلام واقف کب ہو تھے کہ ان ترکِ اسلام سے

یہ استدلال کیا جا سکے کہ انہوں نے اسلام اور کسی دوسرے "ازم" کا موازنہ کر کے موخر الذکر کو بہتر پایا ہے؟ ہندوئی مسلمانوں کو بڑے بڑے علمبردارانِ حریت

مسلمان علمبردارانِ حریت۔ یہ سبق دیتا اور نیا بت لسنوی دیکھا ہے کہ اس تجدید میں اس پر اسلام کو نہ بھروسہ جو ایک خاص ماحول اور ایک خاص قوم کی اصلاح

کے لیے تھا، دنیا ہزار ہا نسلوں کی نکل چکی ہے اب اصول کام نہیں دیکھتے۔ اب ایک نیا اسلام بناؤ۔ رضا شاہ اور اتا تو رک کے

دیکھو آخروہ بھی تو مسلمان ہیں بلکہ اسلام کی تلوار ہیں۔ اگر اسلام کے وہ قدیم اصول آج کام کے ہوتے تو یوگ

کیوں انھیں چھوڑ کر سویٹزر لینڈ اور فرانس کے قوانین اختیار کرتے؟ اس قسم کا وعظ وہ مسلمان زعماء اور اہل

قلم حضرات مسلمانوں کو براہِ سنار ہے ہیں، لیکن چونکہ زمانہ ہے آزاد خیالی اور روشن خیالی کا اس لیے انھیں منافق

نہیں کہا جاتا بلکہ یہ اسلام کے دوست، محافظ اور رہنما کہلاتے ہیں۔

دشمنانِ اسلام کے جاسوس (۲) اسلامی نظام کی تباہی کے لیے قرن اول کے منافقین کبھی ایک اور راستہ

اختیار کرتے تھے۔ وہ اسلام کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کی جمعیت میں گھس جاتے تھے اور گھسے رہتے تھے

تاکہ ان کی سیاسی عزائم و تدابیر کی ٹوہ لگاتے رہیں اور اپنی قوم کو یا دوسرے اعدائے اسلام کو ان سے باخبر کرتے

رہیں۔ قرآن میں متعدد مقامات پر اس شرانگیز گروہ کے دسائس کو عریاں کیا گیا ہے:

وَيَقُولُوۡنَ طَاعَةٌ فَاذٰ اٰتٰنَا

منہ سے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اطاعت گزار



ہیں مگر جب تمہارے پاس سے اٹھ کر جاتے ہیں تو ان میں کچھ تمہاری گفتگو اور تلقین کے برعکس دوسری باتوں کا مشورہ کرتے ہیں..... اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو اسے دہل

مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ  
غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ..... وَإِذَا جَاءَهُمْ  
أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ  
(النساء - ۱۱)

حل و عقد کے پاس صیغہ راز میں رکھنے کے بجائے مشہور کر دیتے ہیں۔

دوسری جگہ ہے:

تم دیکھو گے ان لوگوں کو جن کے دلوں میں دفاق کا مرض ہے، کہ وہ اہل کتاب میں بڑی دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں۔

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ  
يُّسَارِعُونَ فِيهِمْ  
(آئدہ - ۸)

ایک اور مقام پر منافقین کی یہ صفت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا تھا پھر وہ باز نہیں آئے اور برائی اور عداوت اور منافقانی رسول کی باتیں کرتے رہتے ہیں

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ الْبَغْيِ  
ثُمَّ يَجْعَادُونَ لِمَا هُمْ عِنْدَهُ وَيَتَنَاجَوْنَ  
بِالْأَثْوَادِ الْعُدَاوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ (مجادلہ - ۵)

ان کے سینے ایک ایسے تنور کے مانند تھے جس میں اسلام کی نفرت اور عداوت کی آگ ہر دم جلتی رہتی تھی وہ مسلمانوں کی برتری اور خوشحالی کو دیکھ کر غصہ سے پاگل ہو جاتے، اور انہیں معاصیہ آلام میں گھرا دیکھ کر قلبی سکون و مسرت محسوس کرتے۔ قرآن نے ان کی اس کینہ جوئی کے کردہ چہرہ سے یوں نقاب اٹھایا ہے:

جب یہ لوگ تم (مسلمان) سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اور جب علوہ ہوتے ہیں تو غصہ کے مارے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں..... اور اگر تمہارا

وَإِذَا الْقَوْمُ قَالَُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا بِحُضْرَتِنَا  
عَلَيْكُمْ أَلَا نَأْمِلُ مِنَ الْغَيْظِ.....  
إِنْ تَسْكُرُوا حَسَنَةً تَسْؤُهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ

سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا - (آل عمران ۱۵) کوئی بھلا ہوتا ہے تو ان کو رنج پہنچتا ہے اور اگر تمہیں کوئی گزند پہنچتا ہے تو بہت مگن ہوتے ہیں۔

جن لوگوں کو ترکی سلطنت کی پھیلی داستانیں معلوم ہیں وہ جانتے ہیں کہ کس طرح عثمانی خلافت کا قلب اس نوع کے منافقین اسلام کی سازشوں کا مرکز بن گیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ روس اور انگلستان نے بہیم ہزیمتیں دیکر ترکوں کو بالکل نیم جان کر دیا اور پھر ان میں جان اس وقت آئی جب خلافت اسلامی نے پوری طرح دم توڑ لیا۔ یہ سلسلہ بند نہیں ہوا ہے اور نہ اس وقت تک بند ہو سکتا ہے جب تک اسلامی طاقت و حکومت کا کوئی دھندلا نشان بھی باقی ہے۔ کتنے ہی اہل فرنگ اب بھی اسی حربہ سے کام لے رہے ہیں مسلمان بن کر سلاطین عرب کے خاص شیران سلطنت میں شامل ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی زمام قابو میں رکھنے اور انھیں اپنا آلہ کار بنانے کے لیے یہ نسخہ کتنا مجرب اور کامیاب ہے۔

مذہبی گروہ بندی کرنے والے لوگ (۳) منافقین کا ایک طبقہ وہ تھا جو مسلمانوں کی جماعت میں محض تفریق اور فتنہ و فساد برپا کرنے کی خاطر اسلام کا ایبل لگائے رہتا تھا۔ یوں تو جماعتی زندگی کے لیے تفرقہ عموماً مفرت رسان ہوتا ہے، لیکن خصوصیت کے ساتھ جو تفرقہ مذہب اور حق پرستی کی آڑ میں نمودار ہوتا ہے وہ ایسا ہرگز ہلکا ہے جس کا کوئی تریاق نہیں۔ منافقین نے اس نسخہ کو بھی پورے حزم و احتیاط کے ساتھ آزمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کفر زار مکہ سے مایوس ہو کر مدینہ کی طرف ہجرت فرما ہوئے تو ابتدا میں اپنے شہر سے تین میل کے فاصلہ پر قبائلی ایک مقام پر چند روز قیام فرمایا تھا۔ باختلاف مورخین چار دن یا چھ دن وہاں قیام رہے۔ اس اثناء میں باقاعدہ اور باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے آپ نے اپنے دست مبارک سے ایک مسجد کی بنا ڈالی جو مسجد قبائلی کے نام سے مشہور ہوئی۔ ۱۰ھ میں ابو عامر راہب کے اشارے پر منافقین نے اس کے قریب ہی ایک اور مسجد بنائی اور مشہور کیا کہ کزور اور مجبور لوگوں کیلئے، جو بارش یا رات کی تاریکی میں اس مسجد تک نہیں جاسکتے، ہم نے یہ انتظام کیا ہے، اب وہ یہیں نماز پڑھیں گے۔ تعمیر ہو چکنے کے بعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان منافقین نے استدعا کی کہ آپ بطور تیرک اس کا افتتاح فرمادیں، اس کے بعد ہندو بڑھیں گے۔ قبل اس کے کہ آپ ان کی خواہش کو عملاً شرف پذیرائی بخشتے، عالم الغیب نے ان برطینت لوگوں کی مکروہ لیکن سخت خوفناک چالوں کا راز فاش کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ:

دو اور (ایک قسم کے منافقین وہ بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے ایک مسجد تیار کی ہے کہ مسلمانوں میں تفریق پیدا کر کے انہیں نقصان پہنچائیں اور خدا کے ساتھ کفر کریں اور ان لوگوں کے لیے کین گاہ بنائیں جو پہلے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کر چکے ہیں۔ دسجد کی تعمیر تو اس فتنہ اور عداوت کی نیت سے عمل میں آئی ہے لیکن جب پوچھا جائیگا تو تمہیں کھا کر کہیں گے کہ خیر اور نیکی کے سوا ہمارے ارادوں میں کوئی چیز نہیں۔ مگر خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ (پس ایسے پیغمبر) تم اس مسجد میں ہرگز نماز نہ پڑھنا..... (توبہ - ۱۳)

مسجد یعنی خدا پرستی اور امن و صداقت کے مرکز اور وحدت و اخوت سرشہرہ کو نفس پرستی اور تفرقہ انگیزی کا ذریعہ بنانا کچھ اسی زمانہ کے منافقین کی خصوصیت نہیں تھی۔ کیا آپ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے ہیں کہ اس مرکز وحدت و جمعیت کو آج بھی اسی طرح تفریق بین المؤمنین کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔ مدینہ کے دشمنان حق نے تو ایک مسجد فرار بنائی تھی لیکن یہاں علیہ داران حق نے مشرق سے مغرب تک ہزار ہا ایسی مسجدیں بنا رکھی ہیں اور تبلیغ حق کے نام پر امت کو دعوت نزع دے رہے ہیں۔ اسلام دشمنی کی یہ انتہائی خطرناک صورت تھی جسے منافقوں نے اختیار کیا تھا کہ فتنہ کو آتشق، شر کو خیر اور معصیت کو نیکی کے پردہ میں پیش کیا جائے یا با نفاذ خیر و صلاح ہی شر و فساد کا کام لیا جائے۔ ان منافقوں پر تو سوبار لعنت کی جاتی ہے جنہوں نے آغاز اسلام میں ایسی شر انگیز حرکت کی تھی، اس لیے کہ خدا نے صاف صاف ان پر نفاق کا الزام قائم کر دیا ہے۔ لیکن کیا تصور فرمائیں گے آپ دور حاضر کے ان پیشوا یا ان دین کے متعلق جنہوں نے دین کو اپنی اہوار و آسما کی آماجگاہ بنا رکھا ہے؟ جو اسلام کے نام پر امت کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں جن کی مسجدوں کے دروازوں پر موٹے موٹے

حرفوں میں لکھا رہتا ہے کہ ”اس مسجد میں کوئی وہابی نہ گھے“۔ یہ مسجد اہل حدیث کی ہے، کوئی مقلد اس میں نہانہیں پڑھ سکتا۔“ یہ مسجد فلاں فرقہ کی ہے دیگر فرقوں کو اندر قدم رکھنے کی اجازت نہیں۔ اور ایسی ہی دوسری عبادتیں جنہیں پڑھ کر آنکھیں فرود حیرت سے اور دل شدت الم سے پھٹ جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ گواہی اور نتائج ایک سے ہیں لیکن نیتوں میں فرق ہے۔ اس وقت مسلمانوں میں جو مذہبی گروہ بندیاں ہیں ان کی تخلیق میں غرض و نیت ہرگز نہیں جو ان منافقین کے پیش نظر غنی۔ مگر اول تو ہمیں یہ نہیں معلوم کہ نیتیں متعین کس طرح کی جاسکتی ہیں؟ آخر مسجد فرار کے بانیوں کی زبان سے بھی تو ان آرزوؤں کا ہی اظہار ہوا تھا۔ پھر اگر غرض کر لیا جائے کہ ان مدعیان اسلام کی نیتیں بالکل خالص اور بے لوث ہی ہیں تب بھی کیا سنجیدگی کسی شخص کو موت کے حوالہ کرنے سے اس لیے باز رہ سکتی ہے کہ کھلانے والے نے اسے تریاق کو کھلایا تھا؟ اگر یہ صحیح نہیں تو یہ کس طرح صحیح ہے کہ کعبہ سے کفر کی تبلیغ کرنا محض اس وجہ سے درگزر کے قابل ہے کہ تبلیغ کرنے والے کی نیت صاف ہے۔ افسوس ہے کہ یہ مصیبت جتنی ہی سخت اور ہولناک ہے اس سے اتنی ہی بے پردائی اور مبراہنت برتی جا رہی ہے۔

نسلی اور وطنی افتراق پیدا کرنے والے مقصد (۱) تفرقہ انگیزوں کا ایک دوسرا گروہ وہ تھا جو مہاجرین اور انصار میں نسلی اور وطنی عصبیتیں پیدا کرنے میں سرگرم رہتا تھا، اور مسلمانوں کی جماعت میں اس مقصد سے گھسا رہتا تھا کہ موقع پانکھنی اور وطنی حمیت جاہلیہ کو ابھار کر اس جماعت کی طاقت فنا کر دے۔ منافقوں نے یہ شرارت کئی بار کی غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر تو اسی شرارہ قومیت سارے اسلامی خرمین اتحاد کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا اگر رسول اللہ کی مستحکم تربیت صحابہ کرام کو ان جہل پرستیوں سے بلند و بالا نہ کر دیا ہوتا۔ ایک انصاری اور ایک مہاجر میں معمولی سی جھڑپ ہو گئی تھی۔ سیدنا فقین عبداللہ ابن ابی نے موقع غنیمت جانا۔ انصار کو اپنے نسلی اور قومی منافریاد دلائے اور کہا کہ یہ غیر ملکی اب تمہاری آیتن کے سانپ بن گئے ہیں، کل تک تمہارے رحم و کرم پر ہی رہے تھے، آج تمہارے منہ لگ رہے ہیں بلکہ نہیں۔ خود ذلیل ہوتے ہوئے۔ ذلیل اور کمتر سمجھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کے فتنہ سے لوگوں کو متنبہ کیا اور عزت و ذلت کے جاہلی تخیلات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ:

یہ منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹے تو عزت والا (اہل مدینہ) ذلیل لوگوں (آنحضرت اور مہاجرین) کو ہاں کمال باہر کرے گا۔ حالانکہ اصلی عزت تو اللہ ہی کیلئے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے

يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ  
لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنَّا الْأَذَلَّ وَيَلَّ اللَّهُ عِزًّا  
وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا  
يَعْلَمُونَ - (منافقون - ۲)

یہ۔ لیکن یہ منافق جانتے نہیں۔

اس قسم کے منافقوں کا تو آج عالم اسلامی میں جال بچھا ہوا ہے۔ اپنی جاہلی اغراض کی خاطر آئے دن فسلیت اور وطنیت کے سوالات اٹھا کر امت مسلمہ کے، جن کا کسی ایک قبلہ اور ایک مرکز تھا، اب بے شمار قبیلے اور مختلف مرکز بنائے جا چکے ہیں۔ فرق اگر ہے تو صرف یہ کہ منافقین غیر مسلم گھرانوں میں پیدا ہوئے تھے اور آج کے دشمنان قرآن مسلمان گھروں میں پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن جس طرح وہ پیشرو اپنی سفلی اغراض اور نفسانی رجحانات کی تکمیل کے لیے اسلامی نظام جماعت کو دھانا ضروری سمجھتے تھے اسی طرح ان کے مقلدین بھی اس نظام کو توڑنے ہی میں اپنے نفس کی فلاح سمجھتے ہیں۔ مگر جس طرح وہ اپنی تکمیل اغراض کے لیے اسلام کا نقاب اور دھنا ضروری سمجھتے تھے اسی طرح یہ بھی مسلمیت کا لبادہ اتار چھین کر مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ وطنیت کی چھری سے اسلامی نظام جماعت کو فرج کرتے وقت بھی زبان بسم اللہ اللہ اکبر کے ورد سے ایک لمحہ کے لیے غافل نہ ہو۔

مطلب پرست اور دورنگے لوگ (۵) منافقین کا ایک گروہ وہ ہوتا ہے جن کے سامنے اپنے ذاتی ذہنی فوائد ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ہر اس راہ پر چلنے سے گریز کرتے ہیں جو ان کے لیے کوئی جانی یا مالی خطرہ پیدا کرنے والی ہو خواہ وہ حق کی راہ ہو یا باطل کی۔ یہ لوگ ابن الوقت اور موقع پرست ہوتے ہیں ان کو حق اور باطل کے جھگڑے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ صرف اپنے شخصی مفاد سے دلچسپی ہوتی ہے جسکی خاطر وہ مسلمانوں سے بھی ملے رہنا چاہتے ہیں، اور کفار سے بھی تاکہ مرکز کفر و اسلام میں امتعات کا اونٹ جس کو ڈٹ بیٹھے اسی

کروٹ پر یہ بھی باسانی پلٹ جائیں۔ ابتدائے اسلام میں بھی ایسے منافقین کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ چنانچہ قرآن ان کی باطنی و ظاہری خصوصیات کا تفصیلی خاکہ اس طرح کھینچتا ہے:

وہ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو زبان سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے حالانکہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے ہیں (محض بر بنائے مصلحت یہ کہہ کر) وہ خدا اور ایمان لانے والوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، حالانکہ وہ اس طرح خود اپنے ہی کو دھوکا دے رہے ہیں جبکہ وہ شعور اور اوراک نہیں رکھتے..... اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ قانون اسلام کے مکمل تابع ہو جاؤ اور زمین میں فساد نہ برپا کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو (کفار اور اہل اسلام کے باہمی جھگڑوں سے الگ رہ کر) صلح کل کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ یاد رکھو! یہی لوگ حقیقی مفند ہیں (جو یک طرفہ صاف راہ نہیں اختیار کرتے) لیکن وہ اس حقیقت کو سمجھتے نہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس دورنگی کو چھوڑ کر اسی طرح ایمان لاؤ جس طرح کہ اور اہل اسلام ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا ہم بھی اس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف غیر مال اندیش اور نامصلحت شناس لوگ ایمان لائے ہیں؟ لیکن یاد رکھو! واقعی احمق اور نا انجام شناس ہی لوگ ہیں مگر وہ اس راز کو بوجھتے نہیں۔ اور جب مسلمانوں سے یہ لوگ ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ امتلاہم بھی مومن ہیں) اور جب تنہائی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو یونہی مسلمانوں سے مذاق کرتے ہیں اور انہیں ہجو

بناتے ہیں“ (بقرہ - ۲)

خط کشیدہ نفروں پر غور کیجیے، یہ لوگ خدا کے قانون کی پیروی اور رسول کی کامل اطاعت کو نساہ اور نقض امن کی بنا سمجھتے تھے۔ قرآنی ادا و نواہی پر خلوص قلب کے ساتھ عمل کرنے کو بے وقوفی سے



کس طرح تھے اور مسلمانیت کے ظاہری دعویٰ کا حق کس حد تک ادا کرتے تھے۔ قرآن پر ان کا اعتقاد تو تھا نہیں، محض اپنے دنیوی مفاد اور مقاصد کی خاطر زبان سے ایمان ایمان کا شور مچایا کرتے تھے۔ اس لیے جب قرآن کے ہلکے اور بے فزرا احکام کا معاملہ ہوتا تو اس پر بڑی استعداد اور تذبذب سے عمل کر کے اپنی اسلامیت کا اظہار کرتے۔ لیکن جب سخت احکام کی باری آتی، جب عیش و آرام اور لذت و نبوی کی قربانی کا مطالبہ ہوتا تو یکایک سارا جوش ایمانی سرد ہو کر رہ جاتا۔ دہشت اور حیرانی کی تازیکیوں میں گھر جاتے اور موت کی سی غشی طاری ہونے لگتی۔ رب العالمین کے احکام جو دوسروں کے حق میں بارانِ رحمت تھے وہ ان بد نصیبوں کے حق میں بجلی کے جاں ستاں کرطے بن گئے تھے کہ سینے اور موت کے خوف سے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے۔

گویا ان منافقین کا مرکزی وصف یہ تھا کہ احکام الہی کی تعمیل ان پر سخت شاق گذرتی تھی اور خدا کی شریعت ان کے لیے رحمت و نعمت ہونے کے بجائے الٹی مصیبت اور زحمت بن جاتی تھی (باقی)

**حقیقت**  
تالیف  
سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ مولف کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جن میں اسلام اور مغربی تہذیب کے تضاد، اور اس پیدائندہ مسائل پر تنقیدی اور تعمیری دونوں حیثیتوں سے بحث کی گئی ہے۔ مسلمانوں کی زندگی پر جن جن پہلوؤں سے مغربی تہذیب قدح اور مغربی تعلیم نے اثر ڈالا ہے، قریب قریب ان سب پر ان مضامین میں روشنی ڈالی گئی ہے اور ان المصنوعوں کو صاف کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو مغرب کے مرعوب اور اسلام سے ناواقف لوگوں کی بدولت عموماً مسلمانوں کے ذہن میں پیدا ہو گئی ہیں۔

صفحات ۲۲۰ - قیمت ۱۲/- - مجلد چہر

پیشکش - دفتر ترجمان القرآن، یلتان روڈ - لاہور